ڈاکٹر ثریا ڈار

اٹھارھویں صدی عیسوی کے معاشی و معاشرتی حالات کا سرسری جائزہ

اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے سے لے کر شاہ عالم ثانی کے دورِ حکومت تک مغلیہ سلطنت کی عظیم الشان عمارت کی بنیادوں کو ہلانے اور پھر مسمار کرنے کی ذمے داری ایرانی و تورانی کشمکش، مرہٹوں، جاٹوں، سکھوں اور روہیلوں کی شورشوں اور انگریزوں پر عائد ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ معاشی و معاشرتی انحطاط بھی رو پذیر ہوا۔ انگریزوں کے علاوہ باقی سب شورش پسند طاقتیں خود مغلوں کی ناقص سیاسی اور اقتصادی پالیسی کی پیدا کی ہوئی تھیں، کیوں کہ اورنگ زیب عالم گیر کے بعد تمام مغل بادشاہ نااہل اور شاہی امور سے بے بہرہ تھے۔ علاوہ ازیں بادشاہوں کی بداعمالیں، عیاشیوں اور خود غرض، عاقبت نا اندیش امرا و وزرا کی آپس کی ناچاقیوں و نااتفاقیوں اور باہمی چشمک اور رشک و حسد کا لازمی نتیجہ ملک میں انتشار و بے چینی اور معاشی بدحالی تھا، جیسا کہ ڈاکٹر Kali Kinkar نے کہا ہے:

"حکمرانوں اور امیروں میں کردار، قابلیت اور دور بینی کی کمی، دربار میں ہونے والی بدتر سازشیں اور گٹھ جوڑ، نادر شاہ کا حملہ اور احمد شاہ ابدالی کی لگاتار یورشیں اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں فتح و کامیابی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے مرہٹوں نے ہندوستان کی اقتصادی حالت کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔"[1]

غرض کہ اورنگ زیب جیسے محنتی، جفاکش اور دین دار حکمران کے نااہل بیٹوں اور عیاش پوتوں کی بدولت اس کی وفات کے چھ سال بعد ہی ملکی حالات بہت بدل گئے۔ بادشاہ اور امرا و وزرا

---

1. Survey of India's Social Life, K.K Datta p. 83.

کی اخلاقی پستی، تن آسانی اور عیاشی کی وجہ سے مجموعی طور پر معاشرہ پستی کی طرف مائل تھا۔

اورنگ زیب کے بعد محمد معظم بہادر شاہ کے لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوا۔ ذاتی کردار کے اعتبار سے بلند لیکن امور سلطنت اور انتظامی معاملات میں بالکل نااہل تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا معزالدین جہاں دار شاہ تخت نشین ہوا تو اس کی تفریح اور عیاشی کا یہ عالم تھا کہ مہینے میں تین دفعہ سارے شہر میں چراغاں ہوتا، جس کے باعث روغن ایک روپے کا آدھ سیر بکنے لگا۔ کچھ دن بعد جب روغن نایاب ہوگیا تو اس کی بجائے گھی کے چراغ جلائے جانے لگے، یہاں تک کہ گھی کا ملنا بھی ناممکن ہوگیا۔"[۲]

اس دوران میں معزالدین جہاں دار شاہ کے دلی میں ایک ہندو طوائف لال کنور کے ساتھ تعلقات اس معاشرے میں اخلاقی زوال کی گھناؤنی مثال ہیں۔ جہاں دار شاہ اس عورت پر اس قدر فریفتہ تھا کہ اس کے قدموں پر پورا مغل خزانہ نثار کر دیا۔

"لال کنور اور اس کے دوستوں پر تحفے تحائف نچھاور کیے گئے۔ لال کنور کو لباس اور زیورات کے علاوہ دو کروڑ روپے سالانہ دیے جاتے تھے۔"[۳]

ان عیاشیوں کی وجہ سے عہد جہاں دار شاہ میں دلی میں اس قدر قحط پڑا کہ اناج بھی گراں ہونے لگا۔ یہاں تک کہ گندم ایک روپے میں سات آٹھ سیر سے زیادہ نہیں ملتی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ طوائفوں کی ملکی معاملات میں اتنی دخل اندازی تھی کہ "ایک دن لال کنور محل کے سمن برج میں کھڑی شیشے کی کھڑکی میں سے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس نے جمنا کے دوسرے کنارے پر بہت سے لوگوں کو سروں پر گندم کے ڈھیر اٹھائے دیکھا اور ان میں سے ایک آدمی کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایک ڈھیر کتنے میں فروخت کیا ہے؟ اس نے کہا "پانچ چھ روپے میں"۔ لال کنور اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ خدا کی پناہ! ابھی تک چیزیں اتنی سستی ہیں۔ میں گندم کی قیمت پانچ چھ روپے میں پانچ چھ سیر کر دوں گی۔"[۴]

---

[۲] Later Mughals, William Irvine: v I p

[۳] ایضاً 192 — [۴] ایضاً 194

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لال کنور کو حکومت کے معاملات میں کس حد تک عمل دخل تھا۔ جب جہاں دارشاہ اس کے عشق میں اندھا ہو کر امورِ سلطنت سے غافل ہو گیا تو موقع پرست امرا و وزرا نے دونوں ہاتھوں میں دولت سمیٹنی شروع کر دی۔ ان حالات کے تحت عوام جس طرح معاشی بدحالی کا شکار ہوئے۔ اس کے بارے میں شنار الحق صاحب لکھتے ہیں کہ :

"ہم عصر مؤرخوں کے بیان کے مطابق فوج کو تنخواہ ناکافی ملتی تھی۔ زمیندار شورش پسند اور عمال و افسران میں بگاڑ دعدول حکمی کا بیج بویا گیا تھا۔ فوج کے مطالبات پورے کرنے کے لیے شاہی خزانے میں جمع شدہ رقوم نکالنی پڑیں۔ کپڑے، قالین اور پردے تک نہ بچے۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ ایک ہفتے میں ساڑھے تین کروڑ کے جواہرات فوج میں تقسیم کر دیے گئے۔ سپاہی منشیوں کی پروا کیے بغیر جو کچھ ہاتھ لگا، لے بھاگے اور ساز و سامان سے بھرے پڑے گودام جن میں مال و اسباب بابر کے زمانے سے اکٹھا ہو رہا تھا، خالی ہو گئے۔ اس کے باوجود جب ان کے مطالبات پورے نہ ہوئے تو ان کو یہ کہہ کر تسلی دے دی گئی کہ آگرہ پہنچنے تک صبر و ضبط سے کام لیں، وہاں کے خزانے سے یہ سب رقوم ادا کر دی جائیں گی۔"[۵۳]

معزالدین جہاں دارشاہ کے بعد فرخ سیر کے عہدِ حکومت میں بھی فوجیوں نے اپنی تنخواہوں کے مطالبات کرتے ہوئے بغاوت کر دی، جس پر فرخ سیر نے فوج کو واجبات کے کچھ حصے کی ادائیگی کر کے اس مطالبے کو ختم کر دیا، اس کا یہ دورِ حکومت سید برادران کے ساتھ کشیدگی تعلقات اور درباری سازشوں کے لیے مشہور ہے۔ یہی حالات معاشرے کی بدحالی کا باعث بنے۔

فرخ سیر کے بعد محمد شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اس کے دور میں حکومت کی مرکزیت تو ایک حد تک قائم رہی، لیکن مختلف اقتدار پرست امرا و رؤسا نے الگ الگ صوبوں کی داغ بیل ڈال دی۔ مرہٹوں نے بھی اس دور میں بہت پر پرزے نکالے۔ ایرانی اور تورانی گروہوں کی آویزش محمد شاہی دور میں بڑھی۔ نادر شاہی حملے نے مغلیہ سلطنت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ محمد شاہ کو نظام الملک جیسا مدبر اور سمجھ دار وزیر مل گیا۔ اس نے کثیر آمدنی والی سرکاری املاک جاگیروں کے طور پر شہزادوں اور امیروں میں تقسیم کرنے اور بادشاہ کو رشوت دے کر سرکاری عہدے اور ملازمتیں

---

۵۳ میر امن دہلوی کا دور، شنار الحق، ص ۲۳

کرنے کی عمومی سنت کو ختم کرنے کی تجاویز بادشاہ کے سامنے پیش کیں، کیونکہ اس سے سرکاری خزانے پر بہت برا اثر پڑتا تھا - نتیجتاً سپاہیوں کی باقاعدہ تنخواہوں کا سلسلہ رک جاتا تھا۔

نادر شاہ نے دہلی کی رہی سہی شاہی عظمت و شوکت کو مفلوج کر کے رکھ دیا اور وہاں قتل و غارت گری اور خوں ریزی کا بازار گرم کیا - نتیجے کے طور پر لوٹ مار صرف شاہی خزانے تک محدود نہ رہی بلکہ امراء و رؤسا کی حویلیوں کو بھی ختم کر دیا - اس کی لوٹ مار اور غارت گری تاریخ کا ایک ہولناک باب ہے -

قتل عام کے بعد نادر شاہ نے اپنے بیٹے مرزا نصر اللہ کی شادی ایک تیموری شہزادی (عالم گیر کی پوتی) کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے کی - چار روز تک جشن منائے گئے اور دریا کے کنارے روشنی اور آتش بازی ہوتی رہی -" ۵ مئی ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ کے دہلی سے کوچ کرنے تک بادشاہ، امراء اور عام رعایا کے نقصان کا اندازہ کم و بیش ایک ارب روپے تھا - اس میں ستر کروڑ زر نقد اور جواہرات اور مال و اسباب کی صورت میں نادر شاہ اپنے ساتھ لے گیا - تقریباً دس کروڑ مالیت کا سامان اس کے سرداروں اور سپاہیوں کے ہاتھ لگا - دوران قیام میں اس کی فوج کے اخراجات، بقایا تنخواہوں کی ادائیگی، واجب تنخواہوں، پیشگی تنخواہوں، انعامات اور جو سامان اور عمارات نذر آتش ہوئیں اور فصلیں غارت ہوئیں، ان سب کا تخمینہ بیس کروڑ سے زائد ہے [۵۵]"

امراء و بادشاہ اگر خود اخلاقی پستی کی انتہا کو پہنچ جائیں تو عوام کا اپنے بادشاہ کی پیروی کرنا لازمی بات ہے اور اس طرح معاشرہ زوال پذیر ہو کر رہ جاتا ہے - محمد شاہ کے دور کا ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ :

"حضرت سبحانی بادشاہی کاروبار سے بے خبر دار الخلافہ کے قلعہ کو ایک عظیم پناہ گاہ سمجھتے تھے - سمن برج اور انگوری باغ کی سیر کو غنیمت جانتے تھے - ہمیشہ شراب خوری، بچہ بازی اور زنان کاری میں مشغول رہتے اور تنگ لباس پہنا کر اپنے ساتھ رکھتے - شہر کے تمام لوگوں نے خدا کو فراموش کر دیا اور عوام و خواص دونوں نے عورتوں کا لباس اختیار کر لیا - نماز اور روزہ کی بجائے حرام کاری، شراب خوری اور اغلام میں مطلق العنان

---

۵۵ Nadar Shah, James Frizer . p 123.

ہو گئے[۵]

ظاہر ہے، اس عیاش بادشاہ کی عیاشیاں نقطۂ عروج پر تھیں، اس کا اثر نہ صرف معاشرے پر پڑتا تھا بلکہ خزانہ بھی اس سے متاثر ہوتا تھا۔ محمد شاہ نے ایک بازاری رقاصہ اُدھم بائی کو ملکہ بنا لیا تھا، جس نے دربار میں بہت جلد اتنا اقتدار حاصل کر لیا تھا کہ ہر فرمان پر اس کی مہر چسپاں ہوتی تھی۔ مرہٹے اور راجپوت جو کبھی مغلوں کی دولت کے بل پر ان کی قوت اور طاقت کا ایک حصہ ہوتے تھے، اب شاہی خزانے میں روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے مغلوں کے دشمن بن گئے۔ محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے عہد میں تو خزانہ بالکل خالی ہو گیا۔ خود بادشاہ مفلسی کا شکار تھا، بقول جادو ناتھ سرکار:

"جس زمانے میں سپاہی اپنی تنخواہوں کے لیے روز بغاوت اور بلوے کرتے تھے اور حکومت قلعے کے سونے چاندی کے برتن فروخت کرنے کے بعد بھی اس قابل نہیں تھی کہ دو لاکھ روپے ادا کر دیتی، اُدھم بائی نے جنوری ۱۷۵۴ء میں اپنی سالگرہ کا جشن منایا۔ اس پر دو کروڑ روپے خرچ ہوئے"[۶]

بزم آرائیوں کا یہ سلسلہ صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس دور میں امیرزادوں نے عیش و عشرت کو ایک فن کی حیثیت سے اختیار کر لیا تھا۔ ان کے دن رات شراب، عورتوں اور امردوں میں گزرتے تھے۔ ان ہی حالات میں دہلی میں نواب درگاہ قلی خاں نے خاص طور پر نادر شاہ کے حملے اور اس کے دو تین سال بعد کے دور کی اخلاقی بدحالی، مذہبی بے راہ روی اور امرا و عوام کی عیش کوشی کی صحیح تصویر پیش کی ہے۔ اس نے چشم دید حالات و واقعات کو بے کم و کاست حوالۂ تحریر کیا ہے۔ نواب صاحب نے اس دور کے مطربوں، سازندوں، طوائفوں، رقاصاؤں اور امردوں کا بھی ذکر کیا ہے، جو اپنے اپنے فن میں "یکتائے روزگار" تھے۔ نواب صاحب قمر الدین خاں کے لڑکے اعظم خاں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اعظم خاں . . . . عظیم الشان امرا میں سے تھے۔ رنگینیٔ مزاج، مہارت راگ کی وجہ سے ہندوستان

---

۵ مرزا محمد رفیع سودا ۔ ڈاکٹر خلیق انجم، ص ۴۴

۶ Fall of The Mughal Empire J. N. Sarkar, V: 1, P 338

کے مطربوں کے ممدوح تھے۔ اس کی طبیعت امارد پسند ہے اور مزاج میں سادہ رویوں کی محبت ہے۔ اس کی جاگیر کی آمدنی اسی فرقے پر خرچ ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کماتا ہے، اس طبقے کے قدموں پر نچھاور کر دیتا ہے۔ جب کہیں بھی کسی رنگین امرد کی خبر پاتا ہے تو دلی خواہش کی وجہ سے اس پر رفاقت کی کمند پھینکتا ہے . . . جہاں کہیں بھی کوئی سبزہ رنگ نظر آئے، وہ اسی عظیم الشان سے وابستہ ہوتا ہے۔"[۹]

نواب صاحب اعظم خاں کی طرح کے ایک اور امیر زادے میر منو کے فنِ امرد پرستی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اس فن سحر کاری (امرد پرستی) میں یگانہ تھے۔ اکثر امیر زادے اس علم کے احکام ضروری اس سے سیکھتے ہیں اور اس کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے ہیں . . . اس کا گھر حسین پری زاد (؟) کا گھر ہے۔ ہر وہ نوخط رنگین جو اس محفل سے تعلق نہیں رکھتا، خرد باطل ہے اور ہر وہ ملیح جو اس مجمع میں مربوط نہیں، حلیۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کی مجلس حسینوں کی آزمائش گاہ ہے اور یہ بزم گل رخوں کے لیے امتحان ہے۔"[۱۰]

محمد شاہ کے ابتدائی عہد میں شاہی خزانے اور امرا و رؤسا کے خزانوں میں دولت کی بہتات تھی اور جب اہلِ دول میں روپے کی اس قدر فراوانی ہو تو معاشرے میں برائیوں کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ خاص طور پر جہاں عوام پہلے ہی معاشی اور اقتصادی ناہمواری کا شکار ہوں۔ چاندنی چوک کا ایک واقعہ اس عہد کی خوش حالی اور دولت مندی کی بہترین اور لازوال مثال ہے۔

ایک نوجوان امیرزادے کا دل چاہا کہ وہ چاندنی چوک کی سیر کرے۔ اس کی ماں نے نہایت حسرت بھرے لہجے میں یہ کہہ کر اسے ایک لاکھ روپیہ دیا کہ بیٹے اپنے باپ کا یہ ترکہ لو۔ میں جانتی ہوں کہ اس معمولی رقم سے اس چوک کے نفائس و نوادر خریدنا ممکن نہیں لیکن چونکہ تمہاری طبیعت چاہ رہی ہے لہٰذا اس حقیر رقم کو اپنی پسند کی چیزوں پر خرچ کرو۔"[۱۱]

امرد پرستی، دولت کی بہتات، معزالدین جہاں دار جیسے بادشاہ کا طوائف لال کنور کو "امتیاز محل" کا خطاب دے کر محل میں کلّی اختیارات دے دینا اور پھر محمد شاہ کا طوائف اُدھم بائی کو ملکہ بنا کر حکومت کے تمام انتظامات سونپ دینا، خزانے کی دولت کو ان پر بے دریغ خرچ کرنا، معاشرے کے ایسے ناسور[۱۲]

---

[۹] مرقع دہلی۔ نواب درگاہ قلی خاں، ص ۲۷

[۱۰] ایضاً، ص ۲۷، ۲۸

[۱۱] ایضاً، ص ۱۹

کے لیے اگر رزم و بزم آراستہ کرنے کے لیے بادشاہ اور امرا کا طبقہ ہی انتہائی حدود پار کر جائے تو "الناس علی دین ملوکھم" کے تحت عوام کا بھی ان کی راہ پر چلنا فطری امر تھا۔ لہٰذا لوگوں نے بھی ایسے محلے بنا لیے تھے، جہاں ہر وقت نائو نوش کا ہنگامہ اور ہر وقت صدائے چنگ و رباب بلند رہتی تھی۔ اس ضمن میں صاحب مرقع دہلی ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں:

"کسل سنگھ بادشاہ ہزاریوں میں سے ہے۔ ثروت و دولت کے اعتبار سے اپنے عہد کے لوگوں میں بڑا متفاخر اور مباہی ہے۔ اس نے کسل پورہ بڑے تزک و اہتمام سے بنایا ہے۔ ہر طرح کی طوائفوں اور بازاری عورتوں یعنی مال زادیوں کو اکٹھا کیا ہے۔ اربابِ مناہی و مسکرات کو اپنی سرپرستی میں جگہ دی ہے۔ کثرتِ جمعیت کے باوجود محتسب اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ کسل پورہ کے ہر راستے میں عورتیں رنگا رنگ لباس پہنے خود کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور ہر کوچے میں دلالوں کی وساطت کے بغیر لوگوں کو بلاتی ہیں۔ وہاں کی ہوا شہوت آمیز اور فضا باہ انگیز ہے۔ خاص طور پر شام کو عجیب طرح کا مجمع ہوتا ہے۔ ہر گھر میں رقص اور ہر جگہ سرود ہے"[۱۲]

ان ناگفتہ بہ حالات اور معاشی بدحالی کو جانتے ہوئے صفدر جنگ جیسا وزیر جاگیروں اور خالصہ زمینوں کی ساری آمدنی اپنے اوپر ہی خرچ کر رہا تھا۔ سرکاری عہدے داروں، قلعے کے چوب داروں اور توپ خانے کے سپاہیوں کو مہینوں سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں۔ روز چوری اور ڈاکے کی خبریں آتی تھیں۔ فوجیوں کے بلوے معمول بن چکے تھے۔ وہ سڑکوں پر شور مچاتے، افسروں کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اور محل کے دروازوں کو بند کر دیتے۔ اس طرح کئی کئی دن تک اہلِ قلعہ کا پانی اور کھانا بند رہتا اور صفدر جنگ جیسے وزیر کے اخراجات بڑھتے جا رہے تھے۔ اس نے اپنے بیٹے شجاع الدولہ کی شادی پر پینتالیس لاکھ روپے خرچ کیے۔ جب کہ اس سے ایک سال قبل خود شہنشاہ عالی مرتبت نے اپنے چہیتے بیٹے کی شادی پر صرف تیس لاکھ روپے صرف کیے تھے۔ اس کے برعکس شاہی ملازمین کو دو سال سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں۔ جب ان کا مطالبہ بہت بڑھا تو خزانہ صرف چار ماہ کی تنخواہ ادا کر سکا۔

اس عہد میں ہندوستان کی معاشی بدحالی کا صحیح اندازہ شاہ ولی اللہ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

---

۱۲ مرقع دہلی - نواب درگاہ قلی خاں، ص ۳۸

"ہندوستان کے محصولات سیات آٹھ کروڑ روپے سے کم نہیں بشرطیکہ غلبہ وشوکت موجود ہو۔ ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے۔ جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے کہ جس علاقے پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کروڑ روپیہ کی کم آمدنی کا نہیں ہے۔"[۱۱۳]

گویا اقتصادی بدحالی کی ایک وجہ یہ تھی کہ خالصہ کی زمینیں جو بادشاہ کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھیں، بادشاہ کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ اس طرح بادشاہ کے پاس خالصہ زمین کا ایک قطعہ بھی باقی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کے ذاتی ملازمین فاقوں سے مر رہے تھے۔ اکثر کام کرنے سے انکار کر دیتے اور طرح طرح سے بادشاہ اور وزیر کو ذلیل کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ شاہی ملازمین اور بادشاہ کی مفلسی کے متعلق لکھتے ہیں:

"جب خزانہ بادشاہ نہیں رہا، نقدی بھی موقوف ہوگئی۔ آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہوگئے اور کاسۂ گدائی ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔"[۱۱۴]

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت امرا اور عوام سب کی حالت نہایت سقیم تھی۔ فاقہ زدہ سپاہی سوداگروں اور امیروں کے گھروں پر حملے کرکے لوٹ لیتے۔ توپ خانے والوں کا مطالبہ اتنا شدید ہوگیا تھا کہ انھوں نے غصے میں عماد الملک کے ساتھ جو کچھ کیا وہ ملاحظہ ہو۔

"۳ مئی کو فاقہ کش سپاہیوں نے پانی پت کے مقام پر عماد الملک کی قیام گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب عماد الملک پوچھ گچھ کرنے کے لیے باہر آیا تو انھوں نے اس کو پکڑ لیا اور گالیاں دیتے ہوئے تمام سڑکوں پر لیے لیے پھرے۔ انھوں نے بس اسی پر اکتفا نہیں کیا، اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور خوب زدوکوب کیا۔ یہ تذلیل اور تشہیر دو گھنٹے تک جاری رہی۔ بعد میں کسی نہ کسی طرح ہاتھی پر بٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔"[۱۱۵]

احمد شاہ کے زمانے سے ملازمین کی تین سال کی تنخواہ باقی تھی اور عالمگیر ثانی کے زمانے میں تو کسی کو ایک روپیہ بھی نہ ملا تھا۔ سپاہیوں نے اپنے گھوڑے اور کپڑے تک بیچ دیے تھے۔ کئی کئی دن تک چارہ اور دانہ میسر نہ آنے کے باعث شاہی اصطبل کے جانور بہت لاغر اور کمزور ہوگئے تھے۔ کبھی کبھی

---

۱۱۳ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، شاہ ولی اللہ (مرتب خلیق احمد نظامی)، ص ۸۸ ۱۱۴ ایضاً، ص ۸۹

۱۱۵ حیات و شاعری، میر تقی میر، ص ۴۵

تو ایسا بھی ہوا کہ بادشاہ محل سے باہر نکلتا تو اس کے ساتھ کوئی محافظ نہ ہوتا تھا۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ نجیب زادیاں جنھوں نے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا تھا، در در بھیک مانگتی پھرتی تھیں۔ حتیٰ کہ کئی کئی دن تک حرم سرا کے مطبخ میں آگ نہیں جلتی تھی۔ ایک روز شاکر خاں، شہزادہ عالی گوہر کے سامنے خیرات خانے کا شوربہ لے کر گیا۔ اس نے کہا کہ یہ محل کی بیگمات کو دے دو۔ اس لیے کہ انھوں نے تین دن سے رزق کی صورت نہیں دیکھی ہے۔ تاریخ عالمگیر ثانی میں ہے کہ ایک روز قلعہ کی بیگمات بھوک سے بلبلا اٹھیں اور پردے کا کچھ خیال نہ کر کے محل سے شہر کی طرف جانے لگیں لیکن قلعہ کے دروازے بند تھے، اس لیے وہ چپ ہو کر بیٹھ رہیں، اور ایک رات اور ایک دن اسی طرح بیٹھی رہیں۔"[۲۶]

نادر شاہ کے بعد جنوری ۱۷۴۸ء سے ۱۷۶۱ء تک احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان میں خوب قتل و غارت گری اور لوٹ مار مچائی۔ ۱۷۵۷ء میں دلی میں اس کے تباہی مچانے کے بعد وہاں کے بازاروں میں ایک عرصے تک غلہ نظر نہیں آیا۔ ستمبر اور اکتوبر ۱۷۵۷ء میں اشیائے خوردنی اتنی گراں ہو گئیں کہ عام آدمیوں کے لیے ان کا خریدنا تقریباً ناممکن تھا۔ مونگ کی دال دو روپیہ سیر تھی، املی کے دام سو روپے ہو گئے تھے۔ بعض اطراف میں تو مکمل قحط پڑا ہوا تھا۔ بے روزگاری روز بہ روز بڑھ رہی تھی۔ چوری اور ڈاکہ زنی زوروں پر تھی۔ احمد شاہ ابدالی کی دلّی میں تباہی و بربادی سے معاشرتی نظام ہر طرح سے درہم برہم تھا اور معاشرے کی بدحالی کا اثر اقتصادی حالت پر بھی ہوا۔ اس کے بارے میں میر تقی میر لکھتے ہیں:

"... افغان ذلیل کرتے، گالیاں دیتے اور طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ جو چیز لوٹنے کی ملی، لوٹ لی۔ بعض نے تو ستر پوشش تک نہ چھوڑے۔ شاہ جہاں آباد خاک کے برابر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ پرانی دلّی کی طرف متوجہ ہوئے اور بے شمار لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔ سات آٹھ دن تک یہی ہنگامہ گرم رہا۔ کسی کے گھر پہننے کے کپڑے اور ایک دن کے کھانے کا سامان نہ رہا۔ مردوں کے سر پر ٹوپی اور عورتوں کے سر پر دوپٹہ تک نہیں تھا۔ یہ ظالم، لوگوں سے غلہ چھین لیتے اور غریبوں کے ہاتھ قیمتاً بیچتے۔ مصیبت زدوں کی فریاد آسمان تک پہنچی مگر ابدالی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔"[۲۷]

---

[۲۶] حیات و شاعری، میر تقی میر، ص ۱۵۲، ۱۵۳

[۲۷] ذکر میر، میر تقی میر، ص ۸۸

اس معاشی اور معاشرتی بدحالی کو دیکھتے ہوئے شاہ عالم ثانی کے عہد میں نجف خاں جیسا بہادر اور دانشمند جرنیل بھی طلسم خانہ عیش پرستی میں داخل ہوا اور پھر مرکر ہی نجات پائی۔ میر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"... لیکن وہ جوان تھا اور شاہ جہان آباد، دلی تو ایک طلسم خانہ ہے۔ یار دوستوں نے عیش و عشرت کی طرف مائل کر دیا۔ مکروہات کے استعمال اور عورتوں کی ہم جلیسی میں اتنا منہمک ہوا کہ بدن سے طاقت زائل ہوگئی۔ آخر مرضِ سل میں گرفتار ہو گیا۔"[۱۸]

جب بادشاہ، امرا، وزرا اور شہزادوں کا یہ حال ہو تو عوام کا ان حالات سے متاثر ہونا لازمی بات ہے۔ عوام الناس بھی امرا کی طرح بے روزگاری اور اقتصادی بدحالی کا شکار تھے۔ معاشی بدحالی کے ساتھ ساتھ کسی کی عزت و آبرو بھی محفوظ نہیں تھی۔ بزمِ رندانہ جو ہر قسم کے فسق و فجور کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، انھیں دیکھ کر صاحبِ مرقع دہلی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے۔

"چنیں ہنگامہ چشم بستن عین مصلحت و بصر نکشودن محض بصیرت۔"[۱۹]

عظیم الشان سلطنتِ مغلیہ کے بادشاہ اگر چاہتے تو گردشِ ایام کو اپنے قابو میں رکھ سکتے تھے، مگر ان کی عیاشیوں نے انھیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور اپنی انہی امواج کے ساتھ عوام کو بھی بہا لے گئے۔ جب کوئی قوم اقتصادی بحران کا شکار ہو تو شریفانہ عادات و خصائل اور اخلاقی قدریں بھی کھو بیٹھتی ہے۔ حرص و ہوس اور بددیانتی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اقتصادی بدحالی کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد یہی حال سلطنتِ مغلیہ کا ہوا۔

---

۱۸ ذکر میر، میر تقی میر، ص ۱۳۸

۱۹ مرقع دہلی، درگاہ قلی خاں، ص ۲۵